بلادِ اسلامیہ میں مندروں اور گرجاگھروں کی تعمیر و تجدید

قرآنِ مجید، احادیث و آثار اور اجماعِ صحابہ کی روشنی میں

ڈاکٹر حافظ حسن مدنی*
ڈاکٹر محمود احمد**

ABSTRACT

There are rulings for both Muslims and non-Muslims in Islām whereby Muslims are bound to act and deal with the non-Muslims according to those teachings. There are numerous books authored in classical and modern times that include all such details of dealing with the different categories and of non-Muslims. It is therefore incumbent on Muslims to follow all such jurisprudential guidelines in all times and places. Although the application and employment methods of these legislations may vary in modern times but Islām has clearly stipulated its objectives and expectations that every Muslim pledges to fulfill in all times.

In this paper, in stead of mentioning the jurisprudential details and discussions regarding building temples and religious places on non-Muslims in Muslim lands, only those verses of the Qur'ān and the Aḥādīth are mentioned that are basis for all such jurisprudential discussions. Numerous Qur'ānic verses and Prophetic traditions along with the consensus of companions and scholars are compiled in this paper to clarify the rightful stance in this regard.

Keywords: مصلیات، خراج، معابد، سد ذرائع، صومعہ، کنیسہ

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور
** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ و عربی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

اسلام میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں کے لئے بھی احکام موجود ہیں، اور مسلمان غیر مسلموں کے حقوق و فرائض کے بارے میں انہی شرعی احکام پر عمل کرنے کے پابند ہیں۔ اسلامی فقہ میں اس کی تفصیلات پر سیکڑوں کتب موجود ہیں، جن میں اہل ذمہ و خراج، دیگر ملتوں، ذمیوں اور غیر مسلموں کے بارے میں طویل مباحث ملتی ہیں۔ ان فقہی تفصیلات کے پیچھے قرآن و سنت کے وہ واضح شرعی احکام ہیں جن کی پاسداری ہر دور میں ضروری ہے۔ اس دور میں حالات تبدیل ہونے سے بعض فقہی احکام کے اطلاق کی نوعیت تو تبدیل ہو گئی ہے، تاہم قرآن و سنت کے شرعی اور مستند احکام اپنے مقصد و ہدف میں بالکل واضح ہیں اور ہر مسلمان ہر دور میں ان کی اتباع کا عہد کرتا ہے۔

زیر نظر مقالہ میں غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے حوالے سے فقہی احکام و اصطلاحات کی بجائے، قرآن و سنت کی ان نصوص پر اکتفا کیا گیا ہے، جہاں سے فقہائے کرام نے رہنمائی لی ہے۔ یہاں قرآن کریم کی آیات، احادیث نبویہ اور اجماع صحابہ کی مستند تفصیلات کو بلا تبصرہ جمع کر دیا گیا ہے۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا وَ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ (1)

"اور اگر اللہ تعالیٰ ایک دوسرے کے ذریعہ لوگوں کی مدافعت نہ کرتا رہتا تو خانقاہیں، گرجے، عبادت گاہیں اور مساجد جن میں اللہ کو کثرت سے یاد کیا جاتا ہے، مسمار کر دی جاتیں۔"

اس آیت کی تفسیر میں مولانا مفتی محمد شفیع (م1976ء) لکھتے ہیں:

"جتنے دین و مذہب دنیا میں ایسے ہوئے ہیں کہ کسی زمانے میں ان کی اصل بنیاد اللہ کی طرف سے اور وحی کے ذریعہ سے قائم ہوئی تھی پھر وہ منسوخ ہو گئے اور ان میں تحریف ہو کر کفر و شرک میں تبدیل ہو گئے مگر اپنے اپنے وقت میں وہی حق تھے۔ ان سب کی عبادت گاہوں کا اس آیت میں ذکر فرمایا ہے کیونکہ اپنے اپنے وقت میں ان کی عبادت گاہوں کا احترام اور حفاظت فرض تھی

---

[1] ۔ الحج 40:22

اوران مذاہب کے عبادت خانوں کا ذکر نہیں فرمایا جن کی بنیاد کسی وقت بھی نبوت اور وحی الٰہی پر نہیں تھی جیسے آتش پرست مجوس یا بت پرست ہندو کیونکہ ان کے عبادت خانے کسی وقت بھی قابل احترام نہ تھے۔"

"آیت میں صَوَامِعُ، صومعہ کی جمع ہے جو نصاریٰ کے تارک الدنیا راہبوں کی مخصوص عبادت گاہ کو کہا جاتا ہے اور بِیعۃ کی جمع بِیَع ہے جو نصاریٰ کے عام کنیسوں کا نام ہے اور صَلَوٰتٌ صلوت کی جمع ہے جو یہود کے عبادت خانہ کا نام ہے اور مَسجد مسلمانوں کی عبادت گاہوں کا نام ہے۔

مطلب آیت کا یہ ہے کہ اگر کفار سے قتال و جہاد کے احکام نہ آتے تو کسی زمانے میں کسی مذہب و ملت کے لئے امن کی جگہ نہ ہوتی۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں صلوٰت اور عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں صوامع اور بیع اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجدیں ڈھادی جاتیں۔ (قرطبی)"

اس آیت کی تفسیر میں مولانا عبدالرحمٰن کیلانی (م1995ء) لکھتے ہیں:

"اس آیت میں صومعۃ کا لفظ راہب قسم کے لوگوں کے عبادت خانوں کے لئے، بیع (جمع بیعۃ) عیسائیوں کی عبادت گاہ یا گرجا کے لئے، صلوٰت یہودیوں کی عبادت گاہوں کے لئے اور مساجد مسلمانوں کی عبادت گاہوں کے لئے استعمال ہوا ہے اور اب مسلمانوں کو جو جہاد و قتال کی اجازت دی جارہی ہے تو وہ اللہ کے اسی قانون کے مطابق ہے کہ اللہ اہل حق کی امداد کر کے باطل کا سر کچل دے۔ اس آیت میں دراصل مسلمانوں کے لئے ایک بہت بڑی بشارت دی گئی ہے اسی قانون کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ میں مشرکوں کے غلبہ کو روکا اور اہل حق کو ان سے بچایا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے ہی اسرائیل کو مشرکوں کے شر سے محفوظ رکھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں نصاریٰ کو اسی طرح اللہ تعالیٰ یقیناً مسلمانوں کو بھی مشرکین کے شر سے محفوظ رکھے گا اور انھیں غلبہ عطا کرے گا اور اللہ تعالیٰ ایسے حالات پیدا کر دینے اور اہل ایمان کے حق میں انھیں ساز گار بنانے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔"

اس آیتِ کریمہ میں جہاد اسلامی کے مقصد: ہر دور کے الہامی مذاہب (جو اپنے وقت میں اسلام کہلاتے تھے) کی عبادت گاہوں کے تحفظ کو بیان کیا گیا ہے اور اس کا مقصد معابد کو انہدام اور تذلیل و تحقیر سے بچانا ہے۔ چنانچہ بلادِ اسلامیہ میں اگر ذمی آباد ہوں تو ان کی عبادت گاہوں کو منہدم نہیں کیا جائے گا اور یہ ان کفریہ معابد کے احکام میں

سے ایک صورت کا تذکرہ ہے۔ حافظ ابن قیم نے اس کی تفسیر میں سیدنا حسن بصری کا قول ذکر کیا ہے:

يُدفع عن مصلّيات أهل الذمة بالمؤمنين.[1]

"مؤمنوں کے ذریعے اہلِ ذمّہ کی عبادت گاہوں کی حفاظت کی جائے گی۔"

امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں مالکی فقیہ محمد بن خویز منداد بصری (م390ھ) کی یہ جامع تفسیر لکھی ہے جس میں کفر کے ان عبادت خانوں کے تحفظ کے ساتھ، مسمار کرنے کے احکام بھی ذکر کئے گئے ہیں:

تضمَّنت هذه الآية المنْع من هدْم كنائس أهل الذِّمة، وبيعهم وبيوت نيرانهم، ولا يُتركون أن يُحدثوا ما لَم يكن، ولا يزيدون في البُنيان لا سَعة ولا ارتفاعًا. ولا ينبغي للمسلمين أن يدخلوها ولا يُصَلُّوا فيها. ومتى أحْدَثوا زيادة، وجَب نقْضها، ويُنْقَض ما وُجِد في بلاد الحرب من البيَع والكنائس، وإنما لَم يُنْقض ما في بلاد الإسلام لأهل الذِّمة؛ لأنها جرَت مَجرى بيوتهم وأموالهم التي عاهَدوا عليها في الصيانة، ولا يجوز أن يُمكَّنوا من الزيادة؛ لأن في ذلك إظهار أسباب الكفر".[2]

"یہ آیت کریمہ اہل ذمہ / کفار کے کنیسوں، گرجاؤں اور آگ جلانے کے مراکز گرانے کی ممانعت پر مشتمل ہے۔ تاہم اُنہیں اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ پہلے سے غیر موجود معبد کی تعمیر کریں، نہ ہی وہ موجودہ تعمیر یا اس کی بلندی اور وسعت میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ ان کفریہ معابد میں داخل ہوں اور وہاں نماز پڑھیں۔ جب بھی کفار کوئی اضافہ کریں تو اس کو گرا دینا لازمی ہے۔ اسی طرح جنگی شہروں اور (سیاسی طور پر حساس بلاد اسلامیہ) میں گرجے اور کنیسے بھی گرا دیے جائیں گے، تاہم عام بلاد اسلامیہ کے معابد کو منہدم کرنا درست نہیں۔ کیونکہ یہ گرجے ان کے گھروں اور اَموال کے قائم مقام ہیں، جن کی حفاظت کا ذمہ مسلمانوں نے لیا ہے۔ تاہم انہیں کسی مزید اضافے کی اجازت نہیں، کیونکہ اس طرح کفر کے اسباب ووسائل کے غلبہ کا اظہار ہوتا ہے۔"

الغرض اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ

- اس سے نئے کفریہ معابد کی تعمیر یا سابقہ معابد کی تجدید وتزئین پر استدلال نہیں کیا جاسکتا.. جو بلادِ اسلامیہ

1۔احکام اہل الذمہ از حافظ ابن قیم، رمادی للنشر ،الدمام 1418ھ، 2: 117

2۔تفسير الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ، دار الكتب المصرية – القاهرة، 1384ھ، 12:70

میں بالاجماع حرام ہیں بلکہ یہ آیت انہدامِ معابد کی حرمت کے عمومی اُصول تک محدود ہے۔

- کفریہ معابد کے احکام میں سے ایک صورت کو یہاں بیان کیا گیا ہے۔ ہر حال میں ان کا تحفظ کرنا ضروری نہیں اور جہاد کے دوران یا مسلم حاکم دیگر شرعی مصالح کے تحت اُنہیں منہدم بھی کر سکتا ہے، جس کی تفصیلات آگے آرہی ہیں۔

الغرض یہ آیت اپنے موضوع پر مکمل نہیں بلکہ اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کی واضح اور مستند احادیث شافی وضاحت کرتی ہیں، نیز اس مسئلہ کی بنیاد آگے آنے والی احادیث وآثار اور اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم ہے۔

ایک موقف کے مطابق انہدام معابد کی حرمت بھی صرف الہامی (منسوخ اسلامی مذاہب) کو حاصل ہے اور انہی کا آیت میں تذکرہ ہے، مندر اور گوردوارے کو نہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ حرمت اپنے اپنے دور میں ان معابد کی تھی جب وہ الہامی مذاہب 'اسلام' کہلاتے تھے۔

آیتِ کریمہ کی نبوی تشریح

اس آیتِ کریمہ سے کفار کی عبادت گاہوں کو ہمیشہ مسمار نہ کرنے پر استدلال درست نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے خود حیاتِ طیبہ میں بت کدوں یعنی مشرکوں کی عبادت گاہوں کو منہدم کیا، پھر آپ اپنے نامور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس عظیم مشن پر جن الفاظ کے ساتھ روانہ فرمایا کرتے، وہ قابل ملاحظہ ہیں۔ چنانچہ نبی مکرم ﷺ نے سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

«أَلاَ تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الخَلَصَةِ» وَكَانَ بَيْتًا فِي خَثْعَمَ يُسَمَّى كَعْبَةَ اليَمَانِيَةِ، قَالَ: فَانْطَلَقْتُ فِي خَمْسِينَ وَمِائَةِ فَارِسٍ مِنْ أَحْمَسَ، وَكَانُوا أَصْحَابَ خَيْلٍ، قَالَ: وَكُنْتُ لاَ أَثْبُتُ عَلَى الخَيْلِ، فَضَرَبَ فِي صَدْرِي حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ أَصَابِعِهِ فِي صَدْرِي، وَقَالَ: «اللَّهُمَّ ثَبِّتْهُ، وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا»، فَانْطَلَقَ إِلَيْهَا فَكَسَرَهَا وَحَرَّقَهَا، ثُمَّ بَعَثَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْبِرُهُ، فَقَالَ رَسُولُ جَرِيرٍ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالحَقِّ، مَا جِئْتُكَ حَتَّى تَرَكْتُهَا كَأَنَّهَا جَمَلٌ أَجْوَفُ أَوْ أَجْرَبُ، قَالَ: فَبَارَكَ فِي خَيْلِ أَحْمَسَ، وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ.[1]

"تم مجھے ذِي الخَلَصَةِ سے راحت کیوں نہیں دیتے؟" یہ قبیلہ خَثعم میں ایک گھر تھا جس

[1] ۔ صحيح البخاري: كِتَابُ الجِهَادِ وَالسِّيَرِ (بَابُ حَرْقِ الدُّورِ وَالنَّخِيلِ)، رقم: 3020

کو کعبہ یمانیہ کہا جاتا تھا۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں آپ کا فرمان سن کر قبیلہ أحمس کے ڈیڑھ سو سواروں کے ہمراہ چلا جن کے پاس گھوڑے تھے، لیکن میرا پاؤں گھوڑے پر نہیں جمتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر مارا جس سے میں نے آپ کی انگلیوں کے نشانات اپنے سینے پر دیکھے اور آپ نے دعا فرمائی: "اے اللہ! اس کو گھوڑے پر جما دے۔ اسے ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنا دے۔" الغرض حضرت جریر رضی اللہ عنہ وہاں گئے اور اس بت کو توڑ کر جلا دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک آدمی کے ذریعے سے اس کی اطلاع دی۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے قاصد نے بیان کیا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں آپ کے پاس اس وقت آیا ہوں جبکہ وہ بت خالی پیٹ والے (کھوکھلے) یا (اُنھوں نے کہا) خارشی اونٹ کی طرح خاکستر ہو چکا تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ نے قبیلہ اَحمس کے گھوڑوں اور شہ سواروں کے لیے پانچ مرتبہ برکت کی دعا فرمائی۔"

ذوالخلصة ایک دیوی کا بت تھا، جس کے بت کدے کو 'یمنی کعبہ' کے نام سے مرکزی عبادت گاہ کی حیثیت حاصل تھی۔ اور وہاں کے باسی مکہ مکرمہ کے بیت اللہ الحرام کو 'کعبہ شمالیہ' کہا کرتے تھے۔ دوس، بجیلہ، بنو حارث، جرہم، زبید، غوث بن مر اور بنو ہلال نامی قبائل اس جعلی کعبہ اور شرک کے گڑھ کا حج کیا کرتے تھے۔ اس کے مجاور اور عبادت گزار اس کے نام کی مناسبت سے 'مخلصین' یا 'اخلاص والے لوگ' کہلاتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خود اس بت کدے کو مسمار کرنے کی مہم کی سرپرستی اور دعا فرمائی، تو اس کے بعد اس امر میں کیا شبہ رہ جاتا ہے کہ کفریہ عبادت گاہوں کو مسمار کرنا جائز ہی نہیں، سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے۔ سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوی دعوت کے تین مرکزی نکتے ارشاد فرمائے:

«أَرْسَلَنِي بِصِلَةِ الْأَرْحَامِ وَكَسْرِ الْأَوْثَانِ وَأَنْ يُوَحَّدَ اللَّهُ لَا يُشْرَكُ بِهِ شَيْءٌ».[1]

"اللّٰہ تعالیٰ نے مجھے صلہ رحمی، بتوں کو توڑنے، اللّٰہ تعالیٰ کو ایک قرار دینے، اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانے (کا پیغام) دے کر بھیجا ہے۔"

بت پرستی کے خاتمے کے لئے ابو الانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی مسلسل جدوجہد قرآنِ کریم میں مکرر بیان ہوئی

1۔صحیح مسلم: كِتَابُ فَضَائِلِ الْقُرآنِ وَمَا يُتَعَلَّقُ بِهِ (بَابُ إِسْلَامِ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ)، رقم: 1930

ہے، اور سید الانبیاء نبی کریم ﷺ کی طویل جدوجہد بت شکنی پر مرکوز تھی۔ آپ نے دستِ مبارک سے بیت اللہ میں موجود 360بتوں کو مسمار کر دیا۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ

"دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ وَحَوْلَ الْبَيْتِ سِتُّونَ وَثَلَاثُ مِائَةِ نُصُبٍ فَجَعَلَ يَطْعُنُهَا بِعُودٍ فِي يَدِهِ وَيَقُولُ ﴿جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ۖ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾ ﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ﴾.[1]

"رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو اس وقت بیت اللہ کے چاروں طرف تین سو ساٹھ بت نصب تھے۔ آپ ﷺ اپنے دست مبارک میں پکڑی ہوئی ایک چھڑی اُنہیں مارتے جاتے اور یہ آیات پڑھ رہے تھے۔ "حق آ گیا اور باطل نابود ہو گیا۔ بے شک باطل تو ہے ہی نیست و نابود ہونے والا۔ "حق آ گیا اور باطل نہ تو کسی چیز کو شروع کر سکتا ہے اور نہ کسی چیز کو لوٹا سکتا ہے۔"

بیت اللہ الحرام کی چونکہ توحید باری تعالیٰ اور ہدایت و رحمت کے لئے سیدنا ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام نے تعمیر نو کی تھی، اس لئے اس میں کفارِ مکہ کی مشرکانہ سرگرمیاں سراسر اس مبارک گھر کی توہین تھی۔ چنانچہ اس مبارک گھر کو شرکیہ نجاستوں سے پاک کر کے، نبی کریم ﷺ نے اس کی اصل توحیدی حقیقت پر لوٹا دیا۔ جبکہ جو عبادت خانے بنائے ہی غلط مقاصد کے لئے گئے اور اسی گناہ کو فروغ دینے والے تھے، ان عبادت خانوں کو نبی کریم ﷺ کلیۃً مسمار کروا دیا کرتے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے بعد سیدنا خالد بن ولید کو عزی، سعد بن زید کو مناۃ، عمرو بن العاص کو سواع اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم کو ہر سامنے آنے والے بت کو گرانے کے مبارک مشن پر بھیجا۔ کیونکہ آپؐ بت شکن تھے، بت پرستی کے اسباب کا خاتمہ کرنے والے تھے، نہ کہ (نعوذ باللہ) اسے فروغ دینے والے!!

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعے یہ جتنے بت گرائے گئے تھے، یہاں ان دیوی، دیوتاؤں کے ساتھ شرکیہ معابد بھی قائم تھے، جن میں ان کے مجاور اور خدام بھی رہتے تھے اور ان کے پیرکاروں کے سالانہ میلے یہاں منعقد ہوتے تھے۔ اس لئے ان تمام بتوں کو ڈھانے سے وہ تمام شرکیہ بت کدے بھی مسمار ہو گئے جن میں ربّ ذوالجلال

---

[1] ۔ صحيح البخاري: كِتَابُ تَفْسِيرِ القُرْآنِ (بَابُ قَوْلِهِ {وَقُلْ جَاءَ الحَقُّ وَزَهَقَ البَاطِلُ إِنَّ البَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا} يَزْهَقُ يَهْلِكُ:)، رقم: 4720

کے سوا کسی اور کی بندگی ہوتی تھی۔

﴿وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾[1]

"اور تم لوگ برا نہ کہو ان کو جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا۔ پس وہ برا کہنے لگیں گے اللہ کو بے ادبی سے، بدون سمجھے۔ اسی طرح ہم نے مزین کر دیا ہر ایک فرقہ کی نظر میں ان کے اعمال کو۔ پھر ان سب کو اپنے ربّ کے پاس پہنچنا ہے تب وہ جتلا دے گا ان کو جو کچھ وہ کرتے تھے۔"

اس آیت کی تفسیر میں مولانا حافظ صلاح الدین یوسف(م2020ء) لکھتے ہیں:

"یہ سد ذریعہ کے اُصول پر مبنی ہے کہ اگر ایک درست کام، اس سے بھی زیادہ بڑی خرابی کا سبب بنتا ہو تو وہاں اس درست کام کا ترک راجح اور بہتر ہے۔ اسی طرح نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم کسی کے ماں باپ کو گالی مت دو کہ اس طرح تم خود اپنے والدین کے لئے گالی کا سبب بن جاؤ گے۔"

اس آیتِ کریمہ سے بھی کفار کے لئے اپنے عقائد وعبادات پر اس طرح بر قرار رہنے کا جواز ہی معلوم ہوتا ہے جس سے دوسرے مسلمان متاثر نہ ہوں اور مسلمانوں کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ وہ کفریہ شعائر کی تذلیل و تحقیر نہ کریں۔ تاہم مسلمانوں کے ساتھ رہنے والے ذمی اگر اللہ تعالیٰ، انبیائے کرام کو سبّ وشتم اور شعائر اسلام کی تحقیر کریں تو ان کے لئے اس کی اجازت نہیں اور سزا کے ساتھ ان کا عہد ذمہ ختم ہو جائے گا۔

خلفاے اسلام جب کوئی لشکر جہادِ فی سبیل اللہ کے لئے روانہ کرتے تو اس کے کمانڈر کو جہاد کے آداب کے متعلق با قاعدہ ہدایات دیتے تھے۔ چنانچہ سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے جب اُسامہ بن زیدؓ کو ایک لشکر کا سپہ سالار بنا کر بھیجا تو اُنہیں یہ وصیت کی:

إني موصيك بعشر: لا تقتلن امرأة ولا صبيا ولا كبيرًا هرمًا ... وسوف تمرُّون بأقوام قد فرّغوا أنفسهم في الصوامع فدعوهم وما فرّغوا أنفسهم له.[2]

---

[1] ۔ الانعام 6: 108

2۔السنن الكبرى للبيهقي: 899، مركز هجر للبحوث، يمامه 1432ھ وتاريخ الطبري:2153، دار التراث ، بيروت، 1387ھ

''میں تمہیں دس باتوں کی تاکید کرتا ہوں: کسی عورت، بچے اور بوڑھے کو قتل نہ کرنا، پھل دار درخت نہ کاٹنا اور نہ ہی تخریب کاری کرنا، سوائے کھانے کے کوئی اونٹ یا بکری ذبح نہ کرنا، کھجور کے باغات کو ڈبونا، نہ اُنہیں جلانا، خیانت کا ارتکاب نہ کرنا، بزدلی نہ دکھانا۔ تم ایسے لوگوں کے پاس سے گزرو گے جو معبدوں میں گوشہ نشین ہو گئے ہیں، ان سے اور ان کے کام سے تعرض نہ کرنا۔''

مذکورہ بالا دونوں آیات میں کفار کی عبادت گاہوں کے شرعی احکام میں سے تحفظ والی ایک صورت اور ان کے عقائد کو برا نہ کہنے کے احکام کو بیان کیا گیا ہے۔ جبکہ مزید تفصیلات قرآن کریم کی تشریح کرنے والی احادیثِ نبویہ اور قرآن کریم پر بہترین عمل کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال و آثار میں ملتی ہے۔

احادیثِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے:

« لَا تَصْلُحُ قِبْلَتَانِ بِأَرْضٍ وَلَا جِزْيَةٌ عَلَى مُسْلِمٍ».[1]

''کسی سرزمین میں دو قبلے نہیں ہو سکتے، اور مسلمان پر کوئی جزیہ نہیں۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی فرمان مختلف الفاظ کے ساتھ یوں بھی ہے:

«لا تكون قبلتان في بلد واحد».[2]

''ایک علاقے میں دو قبلے نہیں ہو سکتے۔''

نئے گرجاگھروں کی تعمیر اور بوسیدہ کی اصلاح کی ممانعت

سیدنا عمرؓ بن خطاب سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لا تُحدثوا كنيسة في الإسلام ولاتُجدِّدوا ما ذهب منها».(1)

1۔ مسند احمد بن حنبل: 1949، 2576 قاله محققه أحمد شاكر: إسناده صحيح، جامع ترمذی: 633، وصحّحه الشيخ شيعب الأرناؤط، واستدلّ ابن تيميَّة في مجموع الفتاوى:635:28 "إسناده جيد" ومسئلة في الكنائس لابن تيمية: ص103،"إسناده جيد" ، وقال ابن القَيِّم في أحكام أهل الذمة: "إسناده جيد" (685:2)، وحسَّنه ابن حجر في تخريج المشكاة 94:4، 104

2۔ سنن ابو داود: 3032، وصحّحه الشيخ الألباني ، امام شوکانی نے نیل الاوطار میں اس کے رواۃ کو ثقہ قرار دیا ہے: حديث ابن عباس سكت عنه أبو داؤد ورجال إسناده موثقون.(نيل الاوطار64:8) وقد تكلم في قابوس بن الحصين ووثقه ابن معين وله شاهد وسكت عنه الحافظ كما في الدراية:135:2

"شرعِ اسلامی یہ ہے تم کوئی نیا کنیسہ مت بناؤ اور اسکا جو حصہ منہدم ہو جائے، اس کی تجدید بھی نہ کرو۔"

یہ روایت الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ یوں بھی مروی ہے:

"لاتُبنی كنيسة في الإسلام ولا يُجدّد ما خرب منها."

"اسلام میں کوئی کنیسہ نہ بنایا جائے اور جو بوسیدہ ہو جائے، اس کی تجدید مت کرو۔"

مذکورہ بالا فرمان نبوی یا اثر صحابیؓ کی اس صحیح اثر سے بھی تائید ہوتی ہے جو شام کے عیسائیوں سے طے پانے والی 24 شروطِ عمریہ کے آغاز میں ہے۔ سیدنا عمرؓ بن خطاب نے اسی شرط سے آغاز کیا اور اسی پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوا کہ

شَرَطْنَا لَكُمْ عَلَى أَنْفُسِنَا أَنْ لَا نُحْدِثَ فِي مَدِينَتِنَا وَلَا فِيمَا حَوْلَهَا دَيْرًا وَلَا كَنِيسَةً وَلَا قَلَّايَةً وَلَا صَوْمَعَةَ رَاهِبٍ وَلَا نُجَدِّدَ مَا خَرِبَ مِنْهَا وَلَا نُحْيِيَ مَا كَانَ مِنْهَا فِي خُطَطِ الْمُسْلِمِينَ...[2])

"ہم اپنے اوپر لازم کرتے ہیں کہ (1) اپنے شہروں اور ان کے گرد و نواح میں کوئی علیحدہ گرجا، کنیسا، بلند گرجا اور راہب کا معبد خانہ نہیں بنائیں گے اور (2) اپنے خراب شدہ کنیساؤں کی تجدید نہیں کریں گے، نہ ہی ان کنیساؤں کی جو مسلمانوں کے علاقوں میں ہیں۔"

شروطِ عمریہ کی تشریح اور ہر دور میں اس کی عمل داری کی نشاندہی کرتے ہوئے امام ابوالعباس احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ (م728ھ) اس کی مشروعیت و معقولیت واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

كَمَا جَدَّدَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي خِلَافَتِهِ وَبَالَغَ فِي اتِّبَاعِ سُنَّةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ حَيْثُ كَانَ مِنْ الْعِلْمِ وَالْعَدْلِ وَالْقِيَامِ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ بِمَنْزِلَةٍ مَيَّزَهُ اللَّهُ تَعَالَى بِهَا

1۔ یہ حدیث ابن عدی نے الکامل (362:3) میں، امام سبکی شافعی نے اپنے فتاویٰ (373:2) میں، اور امام ذہبی نے میزان (145:2) میں موقوفاً روایت کی ہے۔ اس روایت کا انحصار سعید بن سنان پر ہے جن کی بقول امام سبکی: بعض نے توثیق بھی کی ہے جبکہ وہ شام کے افضل اور نیک آدمی تھے۔ فتاوى السبكي: 372:2 بحواله حكم بناء الكنائس والمعابد الشركية لإسمعيل بن محمد الأنصاري: ص 7

2 ۔السنن الکبریٰ از امام ابو بکر بیہقی: 18717، باب الإمام يكتب كتاب الصلح على الجزية، دار الكتب العلمية، بیروت 2003ء۔ 339:9

عَلَى غَيْرِهِ مِنْ الْأَئِمَّةِ وَجَدَّدَهَا هَارُونُ الرَّشِيدُ وَجَعْفَرٌ الْمُتَوَكِّلُ وَغَيْرُهُمَا وَأَمَرُوا بِهَدْمِ الْكَنَائِسِ الَّتِي يَنْبَغِي هَدْمُهَا كَالْكَنَائِسِ الَّتِي بِالدِّيَارِ الْمِصْرِيَّةِ كُلِّهَا. فَفِي وُجُوبِ هَدْمِهَا قَوْلَانِ: وَلَا نِزَاعَ فِي جَوَازِ هَدْمِ مَا كَانَ بِأَرْضِ الْعَنْوَةِ إذَا فُتِحَتْ. وَلَوْ أَقَرَّتْ بِأَيْدِيهِمْ لِكَوْنِهِمْ أَهْلَ الْوَطَنِ كَمَا أَقَرَّهُمْ الْمُسْلِمُونَ عَلَى كَنَائِسَ بِالشَّامِ وَمِصْرَ ثُمَّ ظَهَرَتْ شَعَائِرُ الْمُسْلِمِينَ فِيمَا بَعْدُ بِتِلْكَ الْبِقَاعِ بِحَيْثُ بُنِيَتْ فِيهَا الْمَسَاجِدُ: فَلَا يَجْتَمِعُ شَعَائِرُ الْكُفْرِ مَعَ شَعَائِرِ الْإِسْلَامِ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ «لَا يَجْتَمِعُ قِبْلَتَانِ بِأَرْضِ» وَلِهَذَا شَرَطَ عَلَيْهِمْ عُمَرُ وَالْمُسْلِمُونَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ - أَنْ لَا يُظْهِرُوا شَعَائِرَ دِينِهِمْ. وَأَيْضًا فَلَا نِزَاعَ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ أَنَّ أَرْضَ الْمُسْلِمِينَ لَا يَجُوزُ أَنْ تُحْبَسَ عَلَى الدِّيَارَاتِ وَالصَّوَامِعِ وَلَا يَصِحُّ الْوَقْفُ عَلَيْهَا بَلْ لَوْ وَقَفَهَا ذِمِّيٌّ وَتَحَاكَمَ إلَيْنَا لَمْ نَحْكُمْ بِصِحَّةِ الْوَقْفِ. فَكَيْفَ بِحَبْسِ أَمْوَالِ الْمُسْلِمِينَ عَلَى مَعَابِدِ الْكُفَّارِ الَّتِي يُشْرَكُ فِيهَا بِالرَّحْمَنِ وَيُسَبُّ اللَّهُ وَرَسُولُهُ فِيهَا أَقْبَحَ سَبٍّ.[1]

”خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے اپنے خلافت میں ان کی تجدید کی، اور سیدنا عمر بن خطاب کے اقدامات کو جاری کرنے میں پوری دلجمعی سے کام لیا۔ کیونکہ آپ کا علم وعدل اور کتاب وسنت کے نفاذ میں ایسا مقام تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیگر خلفا سے امتیازی شان عطا کی تھی۔ پھر عباسی خلفا: ہارون الرشید اور جعفر المتوکل وغیرہ نے ان شرائط کو جاری وساری کیا۔ اور ان سارے مصری علاقوں میں کنیسوں کو گرانے کا حکم دیا جہاں ان کو گرانا ضروری تھا۔ گرجاؤں کو منہدم کرنے کے وجوب میں ویسے تو دو موقف ہیں، تاہم جب کوئی زمین بزور غلبہ وقہر لی جائے تو وہاں گرجا گرانے میں کوئی اختلاف نہیں۔ پھر کفار کے شام ومصر جیسے بلاد اسلامیہ کے باشندے بن جانے کے بعد ان کو پہلے گرجا بنانے کی اجازت دی گئی، پھر ان خطوں میں مساجد کی تعمیر کے ذریعے اسلامی شعائر بھی نمایاں ہوگئے۔ تب یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ اس حکم نبوی کی روسے کفریہ شعائر، اسلامی شعائر کے ساتھ ایک سرزمین میں اکٹھے نہیں ہوسکتے کہ ایک زمین میں دو قبلے نہیں ہوسکتے۔ اس بنا پر سیدنا عمرؓ اور مسلم حکام نے کفار سے اس شرط پر مصالحت کی کہ وہ اپنے کفریہ شعائر کو نمایاں نہ کریں گے۔ چنانچہ مسلمانوں میں اس امر میں کوئی اختلاف نہیں کہ اسلامی سرزمین کو عیسائی اور یہودی معابد کے لئے روکار مخصوص نہیں کیا جاسکتا اور ان کے ایسے اوقاف بھی باقی نہیں رکھے جاسکتے۔ بلکہ اگر

1۔مجموع فتاوىٰ ابن تيميه، مجمع الملك فهد ، المدينة النبوية، 1416ھ، 655:28

کوئی ذمّی ان کا کوئی وقف قائم کر دے اور ایسے وقف کا کیس ہمارے پاس آجائے تو اسلامی عدالت اس کی درستی کا فیصلہ نہیں دے سکتی۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ مسلمانوں کے اموال کو کفریہ معابد کے لئے روک رکھا جائے تاکہ ان میں اللہ کے ساتھ شرک، اور اللہ و رسول کے ساتھ بدترین سب و شتم کیا جائے۔"

شیخ اسمٰعیل بن محمد انصاری کہتے ہیں (م1417ھ) کہ "سیدنا عمر کی یہ شروط، معاہدہ کے بغیر بھی نافذ ہیں کیونکہ یہ شریعت سے ثابت شدہ ہیں (إنها ثابتة بالشرع وإن لم تُشترط)۔ اور امام شافعی و حنابلہ کا بھی یہی موقف ہے۔"

مسلمانوں کے آباد کردہ شہروں میں ممانعت:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الْعَجَمِ أَلَهُمْ أَنْ يُحْدِثُوا بَيْعَةً أَوْ كَنِيسَةً فِي أَمْصَارِ الْمُسْلِمِينَ؟ فَقَالَ: أَمَّا مِصْرٌ مَصَّرَتْهُ الْعَرَبُ فَلَيْسَ لَهُمْ أَنْ يُحْدِثُوا فِيهِ بِنَاءَ بَيْعَةٍ وَلا كَنِيسَةٍ وَلا يَضْرِبُوا فِيهِ بِنَاقُوسٍ وَلا يُظْهِرُوا فِيهِ خَمْرًا وَلَا يتخذوا فيه خِنْزِيرًا. وَكُلُّ مِصْرٍ كَانَتِ الْعَجَمُ مَصَّرَتْهُ فَفَتَحَهُ اللَّهُ عَلَى الْعَرَبِ فَنَزَلُوا عَلَى حُكْمِهِمْ فَلِلْعَجَمِ مَا فِي عَهْدِهِمْ وَعَلَى الْعَرَبِ أَنْ يوفوا لَهُم بذلك.[1]

"ان سے پوچھا گیا کہ عجمی لوگ بلادِ اسلامیہ میں کوئی نیا گرجا یا کنیسہ بناسکتے ہیں۔ تو آپ نے جواب دیا کہ جو شہر مسلمانوں نے آباد کئے ہوں، وہاں عجمیوں (کفار) کو کسی معبد کی تعمیر کی اجازت نہیں ہے۔ اور ان میں ناقوس بجانا، شراب و خنزیر کو علانیہ رکھنا ناجائز ہے۔ ہر ایسا شہر جس کو عجمیوں نے آباد کیا تھا، اور عربوں (مسلمانوں) کو اللہ تعالیٰ نے اس پر فتح دے دی اور عربوں نے اُنہیں اپنے زیر نگین کر لیا تو عجمیوں کے حقوق اتنے ہی ہیں جن پر معاہدہ ہو جائے اور عربوں کو چاہیے کہ ان حقوق کو پورا کریں۔"

اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اس موقف کے بارے میں امام سبکی شافعی لکھتے ہیں:

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ: 32982، دار الوطن، الریاض، 1997ء، مصنف عبد الرزاق: 10002، کتاب الخراج از قاضی ابو یوسف، مکتبہ ازہریہ، مصر، ص: 162

اس سوال کا یہی جواب امام احمد بن حنبل سے بھی مروی ہے (احکام اہل الذمہ از ابن قیم، ص: 674)

"فقد أخذ العلماء بقول ابن عباس هذا وجعلوه مع قول عمر وسكوت بقية الصحابة إجماعًا."[1]

"علمائے کرام سیدنا عبداللہ بن عباس کے اسی موقف پر متفق ہیں۔ اور اُنہوں نے سیدنا عمر کی شروط عمریہ کو اس کے ساتھ ملالیا ہے۔ اور اس پر باقی صحابہ کرام کا سکوت اجماع قرار پایا ہے۔"

مصنف عبد الرزاق میں مَا مَصَّرَ الْمُسْلِمُونَ کی تفسیر یوں ہے:

مَا كَانَتْ مِنْ أَرْضِ الْعَرَبِ، أَوْ أُخِذَتْ مِنْ أَرْضِ الْمُشْرِكِينَ عَنْوَةً.

"مسلمانوں کی آباد کاری سے مراد: جزیرہ عرب کی سرزمین یا وہ علاقے ہیں جو مسلمانوں نے مشرکوں سے جہاد کر کے حاصل کئے ہوں۔"

اور اس میں وہ نئے شہر بھی شامل ہیں جنہیں مسلمانوں نے ہی آباد کیا ہو۔

نوٹ:

پیش نظر مسئلہ میں مذکورہ بالا دو احادیث (نمبر 3 اور 4) اور دو آثار (نمبر 5 اور 6) اصل اور بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں، پہلی دو احادیث کی اساس آگے نکتہ 12 اور 13 میں مذکور صحیح بخاری اور مسند احمد کی (صحیح لغیرہ) احادیث ہیں۔ جبکہ آخری دونوں آثار کی تائید اجماعاتِ صحابہ سے بھی ہوتی ہے۔ انہی احادیث وآثار سے یہ مسئلہ وقتی حالات ومصلحت اور شروط ومعاہدہ (منہاج) کی بحث سے، شریعت اسلامیہ کا واجب الاتباع حکم قرار پاتا ہے، جیسا کہ امام شافعی، حنابلہ اور شیخ اسمٰعیل بن محمد انصاری رحمہم اللہ کا موقف پیچھے گزرا ہے۔ انہی شرعی اساسات پر باقی آثار واحکام قائم ہیں۔

مسلمانوں کے آباد کردہ شہروں میں کفار اگر اپنا معبد بنائیں تو حاکم ان کو سزا دے گا، جیسا کہ عوف بن ابی جمیلہ اعرابی روایت کرتے ہیں کہ

شَهِدْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُبَيْدِ بْنِ مَعْمَرٍ أُتِيَ بِمَجُوسِيٍّ بَنَى بَيْتَ نَارٍ بِالْبَصْرَةِ فَضَرَبَ عُنُقَهُ.[2]

"میں عبداللہ بن عبید بن معمر کے پاس تھا، ان کے پاس ایک مجوسی کو لایا گیا جس نے بصرہ میں

1۔ فتاویٰ امام تقی الدین سبکی شافعی، دار المعارف، 2:393۔405

2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم 32989، 6:468

آتش کدہ بنایا تھا تو اُنہوں نے اس کا سر قلم کر دیا۔"

علامہ سبکی نے اس سزا کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ چونکہ یہ علاقہ مسلمانوں نے آباد کیا تھا اور یہاں کفار کا عبادت گاہیں بنانا جائز نہیں تھا، بلکہ یہ نقضِ عہد تھا، اس لیے اس کا سر قلم کر دیا گیا۔[1]

صلح کی پاسداری

کفار کی عبادت گاہوں کا تحفظ آیت نمبر 1 (الحج:40) میں بیان ہوا ہے۔ پھر ایسے معابد پر کے تحفظ پر صلح کے لئے اساس کی حیثیت نبی کریم ﷺ کا معاہدہ نجران اور خلافت راشدہ میں ہونے والے صحابہ کرام کے متعدد معاہدے ہیں۔

اُبی بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ ہمارے پاس سیدنا عمر بن عبد العزیز کا یہ حکم نامہ پہنچا کہ

"لَا تَهْدِمْ بِيعَةً وَلَا كَنِيسَةً وَلَا بَيْتَ نَارٍ صُولِحُوا عَلَيْهِ." [2]

"کوئی بھی ایسا گرجا اور کنیسہ نہ گرایا جائے، جس کے تحفظ پر مسلمان صلح کر چکے ہوں۔"

اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو عمرو بن میمون نے بیان کیا کہ

وَاسْتَشَارَنِي عُمَرُ -بن عبد العزيز- فِي هَدْمِ كَنَائِسِهِمْ، فَقُلْتُ: "لَا تُهْدَمُ، هَذَا مَا صُولِحُوا عَلَيْهِ." فَتَرَكَهَا عُمَرُ. [3]

"سیدنا عمر بن عبد العزیز نے مجھ سے اہل شام کے گرجاؤں کے بارے میں مشورہ مانگا تو میں نے کہا: ان کو نہ ڈھایا جائے، کیونکہ ان کے تحفظ پر معاہدہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ان کو یوں ہی چھوڑ دیا۔"

سیدنا حسن بصری سے مروی ہے کہ

"قَدْ صُولِحُوا عَلَى أَنْ يُخْلَى بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ النِّيرَانِ وَالْأَوْثَانِ فِي غَيْرِ الْأَمْصَارِ". [4]

"کفار سے صلح کی گئی کہ مسلمانوں اور آگ، بتوں کو جدا کر دیا جائے، شہروں سے باہر۔"

1۔فتاوی امام تقی الدین سبکی شافعی:2: 397

2۔مصنف ابن ابی شیبہ، رقم 32983، 467:6

3۔مصنف عبد الرزاق، رقم 10004، 19235، المكتب الإسلامي - بيروت 1402ھ، 61:6

4۔مصنف ابن ابی شیبہ، رقم: 32986، 468:6

پیچھے سیدنا ابن عباسؓ کا جو مشہور قول گزرا ہے، اس میں فَلِلْعَجَمِ مَا فِي عَهْدِهِمْ وَعَلَى الْعَرَبِ أَنْ يوفوا لَهُم بذلك سے مماثل یہ الفاظ بھی مروی ہیں:

وَمَا كَانَ مِنْ أَرْضٍ صُولِحَتْ صُلْحًا، فَعَلَى الْمُسْلِمِينَ أَنْ يَفُوا لَهُمْ بِصُلْحِهِمْ.[1]

"جو بھی زمین صلح کے ذریعے حاصل کی گئی تو مسلمانوں کو اُن کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ صلح پورا کرنا ہوگا۔"

مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکالنا:

نبی مکرم ﷺ کی آخری وصیتوں میں سے ایک یہ ہے جسے سیدنا عبداللہ بن عباس نے روایت کیا ہے:

وَأَوْصَى عِنْدَ مَوْتِهِ بِثَلاَثٍ: «أَخْرِجُوا المُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ العَرَبِ، وَأَجِيزُوا الوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ».[2]

"آپ نے اپنی وفات کے وقت تین باتوں کی وصیت فرمائی: مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دینا اور قاصدوں کو اسی طرح انعام دینا جس طرح میں دیتا تھا۔"

سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ

«آخَرُ مَا عَهِدَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا يُتْرَكُ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ دِينَانِ».[3]

"رسول اللہ ﷺ نے جو آخری وصیت فرمائی کہ جزیرہ عرب میں دو دین نہ رہنے دیے جائیں۔"

امام مالک اس حدیث پر عمل کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

"وَقَدْ أَجْلَى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَهُودَ نَجْرَانَ وَفَدَكَ، فَأَمَّا يَهُودُ خَيْبَرَ فَخَرَجُوا مِنْهَا لَيْسَ لَهُمْ مِنَ الثَّمَرِ، وَلَا مِنَ الْأَرْضِ شَيْءٌ، وَأَمَّا يَهُودُ فَدَكَ فَكَانَ لَهُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ وَنِصْفُ الْأَرْضِ، لِأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ صَالَحَهُمْ عَلَى نِصْفِ الثَّمَرِ وَنِصْفِ الْأَرْضِ، فَأَقَامَ لَهُمْ عُمَرُ نِصْفَ الثَّمَرِ وَنِصْفَ الْأَرْضِ، قِيمَةً مِنْ ذَهَبٍ وَوَرِقٍ وَإِبِلٍ

1۔ مصنف عبد الرزاق، رقم: 10002، 468:6

2۔ صحيح البخاري: كِتَابُ الجِهَادِ وَالسِّيَرِ (بَابٌ: هَلْ يُسْتَشْفَعُ إِلَى أَهْلِ الذِّمَّةِ وَمُعَامَلَتِهِمْ؟)، رقم: 3053

3۔ مسند احمد: 371:43، نمبر 26352، صحيح لغيره... 'احکام اہل الذمہ' کے محقق یوسف بن احمد بکری نے بھی سنن بیہقی، موطا، التمہید وغیرہ میں حدیث کی جملہ اسناد کی تحقیق کے بعد اسے صحیح لغیرہ قرار دیا ہے: 375:1، 1194، رمادی للنشر، الدمام 1997ء ... وروى البيهقي في سننه: قال ﷺ: «لا يبقين دينان بأرض العرب».. وقال الشيخ الألباني: صحيح (صحيح الجامع: رقم :4617).

وَحِبَالٍ، وَأَقْتَابٍ ثُمَّ أَعْطَاهُمُ الْقِيمَةَ وَأَجْلَاهُمْ مِنْهَا".[1]

"سیدنا عمرؓ بن خطاب نے نجران وفدک کے یہودیوں کو جلاوطن کر دیا، رہے خیبر کے یہودی تو وہ اس حال میں وہاں سے نکلے کہ پھل اور زمین میں ان کو کچھ بھی نہ ملا، جبکہ یہود فدک کو نصف پھل اور نصف زمین ملی کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ان سے اسی نصف پھل اور نصف زمین پر معاہدہ کیا تھا۔ چنانچہ سیدنا عمر نے اسی معاہدہ پر ان سے معاملہ کر دیا۔ کچھ قیمت سونے، چاندی، اونٹ، رسیوں اور پالانوں کی شکل میں ادا کر کے ان کو جلاوطن کر دیا گیا۔"

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَن جامَع المشرِك وسَكَن معه، فإنه مثله».[2]

"جو مشرکوں کے ساتھ اکٹھا ہوتا اور مل جل کر رہتا ہے، وہ انہی میں ہے۔"

عام بلاد اسلامیہ کی بہ نسبت، جزیرہ عرب میں کفار کی عبادت گاہوں کے احکام زیادہ واضح اور سخت ہیں۔ اور ان کے جواز کا کوئی بھی قائل نہیں جس کی دلیل مذکورہ بالا احادیثِ مبارکہ ہیں۔

اس سے ملتے جلتے مزید احادیث وآثار کو شیخ امام عبد العزیز بن باز کی تائید سے شائع ہونے والے، شیخ اسمٰعیل بن محمد انصاری (م 1417ھ) کے کتابچہ حكم بناء الكنائس والمعابد الشركية في بلاد المسلمين کے پہلے 10 صفحات میں بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان مروی ہے:

«الإسلام يَعْلُو وَلَا يُعْلىٰ».[3]

"اسلام ہی غالب ہوتا ہے، وہ کسی اور نظریہ ومذہب سے مغلوب نہیں ہوتا۔"

1۔موطا مالک، رقم19، مؤسسة زايد بن سلطان، 1425ھ، 892:2

2۔أخرجه أبوداود :2405، وسكَت عنه، وقد قال في رسالته لأهل مكة: "كلُّ ما سكتُّ عنه، فهو صالح"، وحسَّنه السيوطي في الجامع الصغير، وصحَّحه الشوكاني في نيل الأوطار، وصحَّحه الألباني في صحيح أبي داود، وأشار أحمد شاكر في عُمدة التفسير إلى صحَّته.

3۔سنن بیہقی:6: 205، سنن دارقطنی:395 ... يقول الألباني: جملة القول أن الحديث حسن مرفوعًا بمجموع طريقى عائذ ومعاذ وصحيح موقوفًا. (إرواء الغليل :109:5، رقم 1269، المكتب الإسلامي ، بيروت، 1405ھ)

آئندہ آنے والے شرعی احکام میں اکثر کی وجہ یہی بنیادی اسلامی موقف ہے کہ مسلمانوں کو اسلام کے علاوہ کسی اور نظریہ کی دعوت نہیں دی جاسکتی اور اُنہیں مغلوب کرنے کا راستہ بھی کھولا نہیں جاسکتا۔ ہر ایسی صورت جہاں دیارِ اسلامیہ میں مسلمانوں کے سامنے کفر غالب اور انہیں کفر کی دعوت دینے کا شائبہ پیدا ہوگا، وہاں مندر، گرجے اور گوردوارے تعمیر کرنے ناجائز ہوں گے۔

ضعیف احادیث وآثار

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ

"لا إخصاء في الإسلام ولا بنيان كنيسة."[1]

''اسلام میں خصی ہونے کی کوئی اجازت نہیں اور نہ کوئی کنیسہ تعمیر کرنے کی۔''

عام اعتراض: یہ غلبہ اسلام کے دور کے احکام ہیں، آج حالات بدل گئے ہیں!

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مذکورہ شرعی احکام، کلاسیکل فقہ اور مخصوص دور کی باتیں ہیں۔ اب دنیا اور ریاستوں کی بنیادی ساخت ہی تبدیل ہوچکی ہے۔

اوّلاً، تو اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ اوائل اسلام سے خلافت عثمانیہ تک 13 صدیاں، بلاانقطاع یہی احکام جاری وساری رہے۔

ثانیاً، یہ صرف فقہی جزئیات نہیں بلکہ ان کے پیچھے قرآن وسنت کے مستقل احکام ہیں جو ہر دور اور ہر معاشرے میں نافذ العمل ہیں، فقہائے کرام اور اجتہاد وفتاویٰ انہی کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اور جب کوئی فقہی جزئیہ قرآن وسنت کی ترجمانی کرتا ہو تو وہ عین اسلام ہوتا ہے۔

'فقہ' قرآن وسنت کے گہرے علم کو ہی کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جن پر خاص انعام کرے تو اُنہیں اپنی شریعت کی

1۔ یہ روایت مرفوع وموقوف دونوں طرح سے مروی ہے۔ بطور مرفوع امام بیہقی نے السنن الکبری (24:10) میں اسے ابن لہیعہ کے طریق سے روایت کیا ہے جس کو حافظ ابن حجر نے الدرایۃ (135:2)، امام سبکی نے فتاوی (373:2) اور شیخ البانی نے ضعیف الجامع (رقم 6171) میں ضعیف قرار دیا ہے۔ بطور موقوف امام ابو عبید نے الاموال میں سیدنا عمر اور ابن لہیعہ کے طریق سے 260،261 کے تحت روایت کیا ہے۔ اور یہی قول سیدنا عمر سے بھی موقوفا مروی ہے، لیکن وہ بھی ضعیف ہے۔ (احکام اہل الذمہ محقق: ص 1180)

بصیرت عطا کرتا ہے۔ چنانچہ ان فقہی مسائل کے وہ تمام پہلو جو قرآن وسنت اور ان کے بتائے مسلمات کی ترجمانی کرتے ہیں، وہ رہتی دنیا تک کے لئے ہر مسلمان پر واجب العمل ہیں۔ کوئی حاکم اُنہیں نافذ کر دے تو یہ اس کی سعادت وگرنہ نبی کریم ﷺ کی ہدایت وارشاد اور تکمیل دین کے بعد، یہ آپ کے ہر امتی پر جاری وساری ہیں اور انہی پر عمل کرنا ہی مدارِ نجات ہے۔

مسلم معاشرے کی مختلف اصطلاحات: دارالاسلام، دار الکفر، ذمّی، معاہد، مستامن اور محارب، مسالم اور معاند، عشری اور خراجی، جیسے مباحث کی اساسات قرآن وسنت میں واضح موجود ہیں، اسی لئے ہم نے فقہی اقوال کی بجائے یہاں ان شرعی مستدلات کو پیش کیا گیا ہے جو ہر دور اور ہر مسلمان کے لئے واجب الاتباع ہیں۔

ایک اور پہلو سے اس اعتراض کی وضاحت یہ ہے کہ کیا اسلام میں غیر مسلموں کے لئے کوئی احکام موجود بھی ہیں یا نہیں؟

اگر موجود ہیں، جیسا کہ مذکورہ بالا درجنوں آیات واحادیث میں بیان ہوئے ہیں، تو ان کی روایتی ترجمانی کی بجائے، براہِ راست اس دور میں ان کا اطلاق کر لیا جائے اور اس سلسلے میں جملہ فقہائے کرام کی آراء سے پوری طرح رہنمائی لی جائے۔ بجا کہ اس کی مخصوص زمانی ومکانی صورتوں پر اصرار نہ کیا جائے، لیکن ان میں پائے جانے والے شرعی تقاضوں کو تو نبھایا جائے۔ ہم پاکستان ودیگر بلادِ اسلامیہ کو دار الاسلام، دار الکفر اور دار الحرب کی روایتی اصطلاحات کی بجائے 'اسلامی معاشرہ اور حکومت' اور رہنے والوں کو مسلم، ذمی، اور معاہد کی بجائے 'مسلم اور غیر مسلم' کے انداز میں تو پیش کر ہی سکتے ہیں۔

بہرحال شرعی حکم بیان کرنے والا ہر ذی علم، قرآن وسنت اور آثار واجماع صحابہ کے ساتھ ساتھ، فقہا کی اصطلاح سے بقدر مناسبت استفادہ کرتا ہی ہے، جیسا کہ پاکستان کے دینی مدارس کے مراکز فتویٰ اور مولانا مفتی تقی عثمانی، مفتی منیب الرحمٰن نعیمی اور دیگر مفتی صاحبان وغیرہ نے بھی انہی شرعی اصطلاحات میں ہی اسلامی حکم کو بیان کیا ہے۔ اور پاکستان میں بسنے والے کافروں کو 'ذمّی' کی بجائے غیر مسلم کے لفظ سے بیان کرکے، ان کے بارے میں شرعی حکم واضح کیا جاسکتا ہے کہ وہ مسلمانوں کو اپنے دین کی دعوت نہیں دے سکتے۔ ہر وہ بات سب مسلمانوں کے لئے قابل توجہ ضرور ہے جو قرآن وسنت کی نصوص کی درست ترجمانی کرتی ہے، اور اگر ایسا نہیں تو اس کی مدلل وضاحت کرنی چاہیے۔